سفرِ ہند .... بہ ہندوستاں داد خواہم لگام

جس طرح فلسطین میں مسجد اقصی ہمارا قبلہ اول ہے.....اسی طرح ہندوستان ہم پاکستانیوں کا وطن اول ہے.....صغر سنی سے ہی ہماری خواہش جس طرح قبلہ اول کی زیارت کی رہی ہے اسی طرح وطنِ اول کی زیارت کی خواہش بھی کم سنی ہی سے دل میں مچل رہی تھی.....والدِ گرامی نے متحدہ ہندوستان کے زمانہ میں دلی میں بغرضِ تعلیم قیام کیا' یوپی اور سی پی میں ملازمت کی' اورکٹنی جبل پور میں جوانی کا ایک حصہ فوج میں گزارا.....دلی کے محلہ چراغ دہلی میں ایک مکان لیا اور ایک عرصہ تک وہاں رہائش اختیار کی.....بچپن میں ان سے ہمیں ہندوستان کے متعدد مقامات و بزرگانِ دین کے بارے میں بہت سی باتیں سننے کو ملتی تھیں.....آج جب میں وہ باتیں یاد کرتا ہوں تو ایسے لگتا ہے جیسے کوئی کہانی سنا رہا ہو.........کئی بار اللہ سے دعاء کی کہ ہندوستان بالخصوص دلی کی زیارات کا کوئی سلسلہ بن جائے.....لگتا ہے کہ دعاء قبول ہوئی' سفر کا وسیلہ بن گیا.....مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران ایک روز ہمارے کفیل شیخ عبدالعزیز السید نے کہا کہ ہمارا ہندوستان جانے کا ارادہ ہے ساتھ چلنے کے لئے تیار رہو.....

چنانچہ ایک روز ہم انڈیا کا ویزا حاصل کرنے کے لئے ہندوستانی سفارتخانہ (قونصلیٹ) جا پہنچے عرب صاحب ساتھ تھے.....جدہ میں قونصل جنرل سے ملاقات کی اور مدعا بیان کیا تو انہوں نے کہا کہ کسی پاکستانی کو انڈیا کا وزٹ ویزا نہیں مل سکتا.....تاہم' وزارت خارجہ کو ہم تار بھیجیں گے اگر این او سی مل گیا تو ویزا جاری کیا جائے گا.....کاغذات جمع ہو گئے اور انتظار شروع ہو گیا.....دو ہفتے گزر جانے کے باوجود ویزا نہ مل سکا.....پھر ہمارے شیخ نے قونصل جنرل سے ملاقات کی تو اس نے کہا پاکستان ہمارا دشمن ملک ہے.....اس لئے انہیں (راقم الحروف) ویزا جاری نہیں کیا جا سکتا.....شیخ صاحب بگڑ گئے کہنے لگے مگر پاکستان ہمارا دوست ملک ہے اور یہ میرے ساتھ جائیں گے اگر ویزا نہ دیا تو ہم ہندوستان سے کروڑوں روپے کا سالانہ بزنس بند کر دیں گے.....پھر انہوں نے ریاض میں سعودی حکومت کے کسی اہم ذمہ دار کو فون کیا.....جس نے ہندوستانی سفارتخانہ سے بات کی ہندی سفیر نے قونصل جنرل کو ہدایات دیں خود نئی دہلی سے این او سی منگایا اور یوں ہمیں ہندوستان کا ویزا جاری ہو گیا.....مگر محدود شہروں تک

بہر کیف ہم نے اسے غنیمت جانتے ہوئے سفر کی ضروری تیاری کرلی ...... سیٹیں اس طرح بک کرائی گئیں کہ اشنان گنگا بھی ہوجائے اور درشن دیوی بھی .... اپنے گھر کی خبر بھی لے لیں اور سفر ہند بھی ہوجائے ...... چنانچہ ٹکٹ لیا ...... جدہ کراچی بمبئی کراچی جدہ' ....

۲۲ جنوری ۱۹۸۳ کو ہم جدہ سے کراچی پہنچے اور کراچی و لاہور میں ایک ہفتہ قیام کے بعد کراچی سے بمبئی ۲۹ جنوری کو روانگی ہوئی ...... بمبئی ائرپورٹ پر ہماری تلاشی دیگر مسافروں سے ذرا زیادہ سخت ہوئی ...... ہر چیز کو کھول کھول کر چیک کیا گیا ...... ہم ایک کیمرہ اور ٹیپ ریکارڈر ساتھ لے کر گئے تھے ائرپورٹ پر ان کا الگ سے اندراج ہوا ...... بمبئی ائرپورٹ مصروف ائرپورٹ تھا مگر کوئی زیادہ خوبصورت ہمیں نہیں لگا ...... جدہ ائرپورٹ کے مقابلہ میں تو بالکل سادہ ...... ائرپورٹ سے سیدھے تاج محل ہوٹل پہنچے یہ ایک فائیو اسٹار ہوٹل ہے جہاں ہمارے کمرے بک ہیں .... ہمارے شیخ کے دواداروں مصنع مکہ اور المؤسسۃ العربیۃ جدہ کے قدیم عمیل جناب علی حسین عیدید ہوٹل میں ملنے آئے ...... رات ہوٹل میں قیام رہا ...... علی الصبح ہم مارننگ واک کے لئے نکلے تو اردگرد کی رونق دیکھی ...... مگر سناٹا تھا اتنی صبح کون جاگتا ہے ...... ہم نے حسب معمول کچھ واک کی ...... اور واپس آکر ناشتہ کیا ......

آٹھ بجے بمبئی کی ایک بڑی فیکٹری للو بھائی امچند کے مالک کی گاڑی آگئی اور ہم ان کی فیکٹری وزٹ کرنے چلے ...... یہ سلور کے برتن بنانے کی ایک بڑی فیکٹری ہے یہاں سے پوری عرب دنیا کو مال جاتا ہے ہمارے کفیل بھی یہاں سے ہر سال مال منگاتے ہیں ...... فیکٹری کے مالکان اور مینجرز سے ملاقات ہوئی فیکٹری کی تفصیلات ہم نے معلوم کیں اور آئندہ سال کے لئے آرڈر بک کرائے ...... پھر انہوں نے ہمیں فیکٹری کے مختلف گوشے اور شعبے دکھائے جہاں بڑی بڑی مشینیں تھیں جن میں ہائڈرالک پریس بطور خاص دیکھنے کے لائق تھے جن پر بڑے بڑے پتیلے تیار ہورہے تھے ...... ہمارے کفیل بھی ہائڈرالک پریس خریدنے میں دلچسپی رکھتے ہیں تاکہ مکہ مکرمہ میں اپنی فیکٹری میں پریس لگا کر خود بڑے برتن تیار کرسکیں ...... اس موقع پر ہمارا وہ تجربہ ہمارے کام آیا جو ہم نے گورنمنٹ کالج آف ٹیکنالوجی راولپنڈی سے فاؤنڈری اینڈ پیٹرن میکنگ میں ڈپلومہ آف ایسوسی ایٹ انجنئر کرنے کے دوران حاصل کیا تھا ...... موقع پاکر ہم نے یہاں کے بعض مزدوروں سے ملاقات کی ...... معلوم ہوا کہ مزدوروں کی مزدوری

☆ جدد حیاتک، ونوع اسالیب معیشتک، وغیر من الروتین الذی تعیشہ. ☆

(اجرت) ادھر ہندوستان میں پاکستان کے مقابلہ میں بہت کم ہے...... جس کام کے کوئی مزدور پاکستان میں دوسو سے تین سو روپے روزانہ کماتا ہے اسی کام کی مزدوری یہاں ایک سو روپے یومیہ ہے...... اس سے اندازہ ہوا کہ لیبر یہاں وافر ہے۔ بلکہ ہندوستان لیبر ایکسپورٹ کرنے والا ملک ہے ...... دنیا بھر کے ملکوں میں ہندی لوگ بکثرت محنت مزدوری کرتے ہیں اور زرِمبادلہ کمانے کا ذریعہ ہیں ...... سعودی عرب میں رہتے ہوئے ہم نے دیکھا کہ یہاں ہندوستانی مزدور پاکستانیوں کے مقابلہ میں کم تنخواہ پر کام کرنے آجاتے ہیں اور بنگالیوں نے تو اجرتوں کے بازار میں کساد بازاری پیدا کر رکھی ہے...... ایک عام لیبر کلاس کا بنگلہ دیشی پانچ سو ریال ماہانہ پر کام کے لئے نکل پڑتا ہے اور ہندوستانی شخص چھ سو ریال ماہانہ پر کام کرلیتا ہے...... جبکہ پاکستانی آٹھ نو سو ریال ماہانہ سے کم پر راضی نہیں ہوتے (١٩٨٣۔١٩٨٠)

اس سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ہندوستان اور بنگلہ دیش میں غربت کس قدر زیادہ ہے ......دوپہر کو ہم نے ہوٹل تبدیل کیا اور تاج محل چھوڑ کر ہوٹل ایمبیسیڈر میں بکنگ کرائی۔

لالو بھائی امچند کی فیکٹری وزٹ کرنے کے بعد ہم زینت ایکسپورٹس بمبئی کے آفس گئے جہاں سے مسٹر نجم الدین ہمیں لینے آئے تھے...... کچھ دیر یہاں رکنے کے بعد مانیک لال کمپنی کے ڈی ایچ شاہ ہمارے پاس پہنچے اور اپنی کاروباری دنیا کی باتوں کا ہمارے ساتھ تبادلہ کیا...... ہندوستان میں ان دنوں ریاستی انتخابات بھی چل رہے ہیں مہاراشٹر کے انتخابات میں آج ہی نئے چیف منسٹر کا انتخاب ہوا ہے......

ہمارے لئے ہوٹل میں کھانا کھانے میں دشواری یہ تھی کہ کھانا یا تو مشکوک ہے یا حرام؟ حلال کی کیا گارنٹی ہے؟ کوئی گارنٹی نہیں...... چنانچہ رات کو ہم کسی پاکستانی طرز کے حلال کھانے پیش کرنے والے ہوٹل کی تلاش میں نکلے تو معلوم ہوا کہ کورابا کے علاقہ میں دلی دربار ہوٹل ہے وہاں جائیں...... چنانچہ ہم نے ٹیکسی لی اور دلی دربار جا پہنچے جہاں حلال اور پاکستانی طرز کے کھانے تھے...... یہاں ہم نے شام کا کھانا کھایا اور کچھ دیر چہل قدمی کی تا کہ تعشی تمشی پر بھی عمل ہو جائے...... رات کو ہوٹل ایمبیسڈر میں قیام کیا اور صبح نو بجے ایک اور فیکٹری وزٹ کی جس کا نام نورانی انڈسٹریز ہے مگر اس کا تعلق علامہ شاہ احمد نورانی سے کچھ بھی نہیں بلکہ یہاں ایک نورانی فیملی ہے جس کے سربراہ کے نام کی نسبت سے فیکٹری کا نام نورانی ہے ہم جب ان کے مالک سے ملے تو ہم نے انہیں نورانی میاں کا تعارف کرایا۔ کہنے لگے ہاں ان کا نام اکثر اخبارات

☆اهجر المنبهات والاكثار منها كالشاهي والقهوة، واحذر التدخين والشيشة وغيرها.☆

میں آتا ہے...... مانیک لال سے کل یہ بات طے ہوئی تھی کہ ہم تمہارے ہاں آئیں گے مگر ادھر جانا نہ ہوسکا تاہم آر ایس وی مہتا انڈسٹریز کے وزٹ کا پروگرام بن گیا جہاں سے ان کے ایم ڈی جناب انیل مہتا ہمیں لینے آئے...... یہ بھی ہندو ہیں نام انیل ہے...... اور یہ مشینری بناتے اور ایکسپورٹ کرتے ہیں۔

شام کو میرے کفیل تو تھک کر آرام فرما ہوئے اور مابدولت حضرت حاجی ملنگ بابا کے مزار کی زیارت کو نکل کھڑے ہوئے یہ مزار شریف بمبئی کے معروف صوفی بزرگوں میں سے ایک کا ہے۔ یہاں جانے کے لئے چرچ گیٹ اسٹیشن سے ویگن پر سوار ہوئے جس کا نمبر ۱۲۳ ہے یہ تارڑ دیو تک جاتی ہے وہاں سے پھر ۸۵ نمبر بس حاجی بابا کے اسٹاپ پر اتارتی ہے...... اسٹاپ پر اتر کر کچھ پیدل سمندر کی جانب جانا پڑتا ہے اور مزار سمندر کے اندر ہے یہاں سڑک سے مزار تک کبھی سمندری پانی بھر جاتا ہے تو کبھی اتر جاتا ہے آج اترا ہوا تھا اس لئے جانے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی...... حاجی بابا کون ہیں؟ کہا جاتا ہے کہ حاجی ملنگ کا اصل نام عبدالرحمٰن ہے جو بارہویں صدی میں وسط ایشائی ریاستوں سے ہندوستان آئے تھے۔ یہاں ہندو و مسلم سبھی عقیدت کے پھول نچھاور کرنے جاتے ہیں......

اور ہندوستان کے سبھی مزارات پر ہندوؤں کا آنا جانا لگا رہتا ہے وہ ان بزرگوں کے گو مذہب پر نہیں مگر عقیدت واحترام رکھتے ہیں......

بمبئی بہت بڑا شہر ہے اس کی آبادی بیس ملین سے زائد ہے...... یہ ہندوستان کے قدیم شہروں میں سے ایک ہے اس کا اصلی اور پرانا نام ممبئی ہے...... یہ ساحلی شہر بھی ہے صنعتی شہر بھی اور بندرگاہ ہونے کی بنا پر تجارتی مرکز بھی...... اس کے بعض علاقے بہت ہی گنجان آباد ہیں۔ اور مکانات بہت ہی چھوٹے چھوٹے ہیں...... غربت بہت زیادہ ہے۔ اور جرائم بھی بکثرت ہیں۔ شہری سہولتوں کے انتظامات بہت کم ہیں...... یہاں کا ریلوے اسٹیشن بہت بڑا ہے اور یہاں سے ریل گاڑیاں نہ صرف اندرون ملک کے لئے بلکہ بعض پڑوسی ملکوں کے لئے بھی چلتی ہیں...... بمبئی ریلوے اسٹیشن کے دو حصے ہیں شرقی اور غربی ہر حصہ کے الگ پلیٹ فارم ہیں مین لائین سکیشن پر پانچ اور سب لائن سیکشن پر چار پلیٹ فارم ہیں۔ لوکل ٹرینوں کے لئے چرچ گیٹ ریلوے اسٹیشن مشہور ہے اور چونکہ یہ چرچ گیٹ اسٹریٹ کے ساتھ ہی ہے تو اس کا

نام بھی چرچ گیٹ اسٹیشن رکھا گیا...... یہ ریلوے اسٹیشن ۱۸۷۰ء میں قائم ہوا...... ہم نے چرچ گیٹ اسٹیشن دیکھا دیگر پبلک مقامات دیکھے اور یہاں موجود لوگوں کے ہجوم میں گھل مل کر محسوس کیا کہ بمبئی کی ثقافت کچھ بھی نہیں رہی بلکہ یہ کئی ثقافتوں اور کئی طرح کی کثافتوں کا مجموعہ ہے...... تاہم یہاں بسنے والے ہر شخص کی اولین ترجیح پیسہ کمانا ہے...... ساحلی شہر اور قدیم تجارتی مرکز ہونے کی بناء پر یہاں ہر قوم ومذہب کے لوگ آپ کو ملیں گے...... ان میں ہندو بھی ہیں تو سکھ بھی' عیسائی بھی ہیں تو پارسی بھی' مسلمانوں کے علاوہ دیگر متعدد مذاہب کے لوگ بھی اسی بمبئی میں آباد ہیں......... بمبئی ہندوستان کے صوبہ مہاراشٹرا کا بڑا تجارتی شہر ہے یہاں کی سرکاری زبان مرہٹی ہے......

صبح سویرے سمندر کے کنارے سیر کرنے جانا ہوا ساحل خوبصورت نہیں۔ یہاں صبح صبح ہمارے ہی ملکوں کی طرح لوگ مختلف انداز کی ورزشیں کر رہے تھے...... ایک گاڑی آ کر رکی اور اس میں سے ایک شخص نے ایک بڑا ٹوکرا گوشت کا سمندر کے کنارے لا کر ڈال دیا۔ اس وقت میرے ساتھ ساتھ ایک اجنبی شخص چہل قدمی کرتا جا رہا تھا اس نے یہ منظر دیکھ کر کہا......... بھگوان رے بھگوان...... پھر گوشت ڈالنے والے کو بڑبڑاتے ہوئے برا بھلا کہنے لگا...... ایک تو اس لئے کہ یہ ہندو تھا اور گوشت بیل گائے کا تھا اور ہندو تو گائے بیل کو بھگوان (خدا) سمجھتا ہے۔ اور گائے ذبح کی جائے تو اسے بہت تکلیف پہنچتی ہے ...... دوسرے اس کی بڑبڑاہٹ میں جو آواز نکلی وہ یہ تھی کہ...... شہر بھوکا مر رہا ہے...... انسانوں کے پاس کھانے کو کچھ نہیں اور یہ پرندوں اور چیلوں کے لئے یہاں گوشت ڈال کر سمجھ رہا ہے کہ اس نے بڑا نیکی کا کام کیا ہے...... تف ہے تم پر ہے...... سالے آئے بڑے سخی داتا.........

یہ کیفیت ہر ملک اور ہر قوم کی ہے......... ہمارے ہاں اور عرب دنیا میں لوگ شادی بیاہوں پر اتنا کھانا پکاتے ہیں کہ کھانے والوں کی تعداد سے بسا اوقات تین گنا زیادہ ہوتا ہے۔ اور کھانے والے چلے جاتے ہیں تو بقیہ کھانا ضائع کر دیا جاتا ہے جبکہ اسی شہر میں کتنے ہی لوگ ایسے ہوتے ہیں جو رات کو کھائے بغیر سونے پر مجبور ہوتے ہیں اور دو وقت کی روٹی انہیں میسر نہیں ہوتی...... یہ افراط وتفریط پر مبنی رویے ہیں جن کا بہر حال جائزہ لیا جانا اور ازالہ کیا جانا ضروری ہے......

ایک روز ہم ٹیکسی میں جا رہے تھے کہ ٹریفک جام ہو گیا اور بظاہر کوئی سبب اس کا نظر نہیں آ رہا تھا نہ ہی کوئی

☆ لاتقرا بعض الکتب التی تربی التشاؤم والاحباط والیاس والقنوط ☆

سگنل سامنے تھا کہ جس کے کھلنے اور بند ہونے میں کسی خرابی کی وجہ سے رش ہو رہا ہو۔ہم ٹیکسی سے اتر پڑے اور لوگ بھی گاڑیوں سے اتر کر کھڑے تھے......کچھ دیر بعد معلوم ہوا کہ ایک گائے روڈ کے بیچ میں آ کر کھڑی ہوگئی ہے اور اسے کوئی راستے سے ہٹا نہیں رہا......سب تماشا دیکھ رہے ہیں......ہم نے بھی آگے بڑھ کر اس گائے کو دیکھا......اس نے آرام سے روڈ پر پیشاب اور گوبر کی اور پھر وہیں رک گئی......ہم نے ایک صاحب سے پوچھا اسے کوئی ہٹاتا کیوں نہیں......کہنے لگے یہ تو بھگوان ہے ناں......اسے کون ہٹا سکتا ہے۔ بلکہ سب اس کی اس حرکت پر فدا ہو رہے ہیں کہ بھگوان نے اپنی طاقت کا استعمال کرتے ہوئے ٹریفک جام کر دیا......جب تک یہ خود اپنی مرضی سے نہیں ہٹے گی کوئی اسے ہٹانے کی ہمت نہیں کرے گا......اس کے پیشاب کو مقدس سمجھنے والے ہندوابھی اسے اپنے بدن پر ملیں گے اور سرِ عام پینے میں بھی انہیں کوئی عار نہیں......جن صاحب نے یہ باتیں ہم سے کہیں وہ سامنے کسی دکان پر کام کرتے تھے......چند منٹ کا تماشا دیکھنے کے بعد دکان پر جا بیٹھے..........

ہماری گاڑی تھوڑی دیر میں چلنے لگی مگر بھیڑ بھاڑ میں......پھر ہم ایک پارک میں جا پہنچے جسے گاندھی پارک کہا جاتا ہے......یہ بمبئی میں اپنی نوعیت کا ایک بڑا اور خوبصورت پارک ہے اس میں پہلی بار ہم نے یہ دیکھا کہ جانوروں کی شکل میں درختوں کی کانٹ چھانٹ کر کے شکلیں بنائی گئی ہیں اور بچے ان کے اوپر نیچے ہو رہے ہیں......بمبئی میں ہمارا کوئی اور کام نہ تھا اور نہ ہی اتنا وقت کہ ہم یہاں کچھ اور دیکھ پاتے......

اگلے روز ہم بمبئی سے حیدرآباد دکن کے لئے روانہ ہوئے حیدرآباد دکن کے ائرپورٹ کا نام بیگم پٹ ائرپورٹ ہے یہاں ہمارا استقبال گلاداکاسٹنگ کمپنی کے مینیجر مسٹر پی کے نیّر اور ان کے عملہ نے کیا۔روایتی طرز کے مطابق پھولوں کے گلدستے پیش کیے گئے اور وہ ہمیں اپنی گاڑیوں میں ائیرپورٹ سے سکندرآباد لے کر چلے۔یہاں ہم نے جامع مسجد میں نمازِ مغرب ادا کی اور پھر ہوٹل رٹز (RITZ) میں ہمیں ٹھہرایا گیا......کوئی ایک گھنٹہ بعد ہمارے میزبان ہمیں حیدرآباد میں لگی ہوئی صنعتی نمائش دکھانے لے گئے جہاں پورے ہندوستان سے مختلف کمپنیوں نے اپنے اپنے مال کے اسٹال لگا رکھے تھے......اس نمائش سے ہمیں یہ سمجھنے کا موقع ملا کہ ہندوستان میں کیا کیا چیزیں بنتی ہیں......نمائش سے فارغ ہو کر ہم گلاڈا فیکٹری دیکھنے گئے......یہ ایک بڑی انڈسٹری ہے یہاں گاڑیاں بھی مرمت اور پینٹ ہوتی ہیں

......اور دیگر مصنوعات بھی تیار ہوتی ہیں......

اس زمانے میں ہندوستان بھر میں دو طرح کی کاریں ہر طرف دیکھنے میں آ رہی ہیں ایک تو فئیٹ (FIAT) طرز کی ایمبیسیڈر اور دوسری ٹاٹا......سب کے ڈیزائین ایک جیسے۔ ڈرائیور نے ہمیں بتایا کہ جاپانی کاروں اور دیگر ممالک کی گاڑیاں درآمد کرنے پر یہاں پابندی ہے...... چنانچہ انڈیا کی اپنی تیار کردہ/اسمبل کردہ گاڑی ہی خریدی جاسکتی ہے اور اس کے لئے بہت پہلے سے درخواست جمع کرانی ہوتی ہے گاڑی ملنے میں سال سے زیادہ عرصہ بھی لگ سکتا ہے............ ملکی مفاد میں یہ بات بہت اہم ہے کہ اپنے ہی ملک کی مصنوعات کو فروغ دیا جائے اگرچہ اس کے لئے بیرونی اشیاء پر سخت پابندیاں ہی عائد کیوں نہ کرنی پڑیں......

گلاد فیکٹری کی جانب سے سکندر آباد کلب میں دوپہر کے کھانے کی ہماری دعوت تھی۔ جس میں فیکٹری کے مالکان نے چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹری کے لوگوں کے علاوہ صنعت وتجارت کی دنیا کے بہت سے افراد کو بھی مدعو کیا تھا۔ کھانا چنا گیا لوگ ایک بڑی طویل وعریض میز کے اردگرد بیٹھ گئے کمپنی سیکرٹری ایک خاتون تھیں جو کھانا کھلانے کی خدمت پر مامور تھیں وہ سارا وقت مہمان نوازی میں مصروف رہیں اور انہوں نے کھانا نہیں کھایا کسی نے کہا کہ آپ بھی شریک ہوں تو انہوں نے ہندی میں کچھ جواب دیا جو معذرت کے لئے تھا ہم نے ان صاحب سے پوچھا کہ ان خاتون نے کیا کہا' تو انہوں نے بتایا کہ ان کا روزہ ہے۔ ہم ان کے اس جواب پر چونک پڑے۔ ماتھے پہ تلک' نام ہندووانہ......اور روزہ ......؟ اب تو ہم نے براہِ راست کھانے کے بعد پوچھ ہی لیا کہ ہندو مذہب میں آج کس قسم کا روزہ ہے؟ خاتون نے کہا پیروار کا روزہ ہم ہندوؤں میں اس نیت سے رکھا جاتا ہے کہ یہ دن بڑی سرکار کی آمد (حضور ﷺ کی ولادت) کا دن ہے۔ جو کوئی اس دن کا روزہ رکھے تو صاحب اولاد ہوگا...... میری اولاد نہیں میں نے اس خیال سے ہر پیر کا روزہ رکھنا شروع کیا ہے...... ہم نے دل ہی دل میں دعاء کی رب کریم اس کو اولاد اور ایمان دونوں نعمتوں سے سرفراز فرما............

لنچ کے بعد ہم ہوٹل گئے اور پھر حیدرآباد کی مشہور مکہ مسجد اور چار مینار دیکھنے نکلے...... چار مینار کی اپنی ایک تاریخ ہے۔ اور مکہ مسجد یہاں کی قدیم مساجد میں سے ایک ہے اس کا طرز تعمیر قطب شاہی

آصف جاہی ہے۔۱۶۹۴ء میں اس مسجد کی تعمیر مکمل ہوئی۔اس میں دس ہزار نمازیوں کی گنجائش ہے ۶۷ میٹر لمبی اور ۵۴ میٹر چوڑی مسجد کی چھت ۲۳ میٹر بلند ہے......محمد علی قطب شاہ بادشاہ نے اسے تعمیر کرایا تو اس کی مرکزی محراب میں مکہ مکرمہ سے منگائی گئی مٹی سے اینٹیں بنوا کر لگوائیں......اسی سبب اسے مکہ مسجد کا نام ملا۔مسجد کے صحن میں وضو کے لئے ایک تالاب ہے اور......مسجد کے ایک جانب مسلم حکمران خاندانوں کی قبریں ہیں......

پھر سالار جنگ میوزیم دیکھا جس میں عجیب نوادرات رکھی ہیں ایک مجسمہ بالکل برہنہ ہے اور اس کا عضو تناسل زیادہ نمایاں کیا گیا ہے......ہم نے اس پر میوزیم کے آفیسر سے کہا کہ یہ تو بے حیائی کے زمرہ میں آتا ہے اسے یہاں کھلی جگہ پر اس طرح نہیں ہونا چاہئے......اس نے کہا مگر یہ ہندوؤں کا دیوتا ہے اور بعض ہندو ذاتوں کا معمول ہے کہ جس ہندو عورت کے ہاں اولاد نہیں ہوتی وہ اس کی پوجا پاٹ کرتی ہے......لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم......ایسی مخلوق بھی دنیا میں ہے جو انسانی عضو تناسل کو پوجتی ہے......وہاں اس ہندو عورت کو دیکھا کہ پیر وار کا روزہ رکھے ہوئے ہیں یہاں یہ خرافات سننے کو ملی......

ببین تفاوت راہ از کجا تا بہ کجا است

شام کو ہوٹل رٹز میں گلادا کمپنی کی جانب سے ڈنر کا اہتمام تھا......اور ہم تھے اپنی کمپنی کے ترجمان چنانچہ ایک عدد جوابی تقریر تیار کی......اور میزبان (مالکِ گلاڈا) کی تقریر کے جواب میں انگلش میں وہ تقریر ہم نے جھاڑ دی جو ہماری انگریزی کی شاید پہلی بین الاقوامی تقریر تھی......اگر درمیان میں تالیاں نہ بجی ہوتیں تو ہم سمجھتے کہ نہایت بے کار گفتگو کی۔مگر الحمد للہ عزت رہ گئی......چنانچہ ہم بھی خوش اور ہمارے شیخ بھی خوش.........(یہ سات فروری ۱۹۸۳ کی بات ہے)

اگلے روز ہماری دہلی کے لئے روانگی ہوئی......وہ دہلی جس کے لئے بہت سے بادشاہوں اور گداؤں کی روانگیوں کی ایک تاریخ ہے......کسی نے دلی فتح کرنے کے لئے تو کسی نے شمعِ توحید روشن کرنے کے لئے' کسی نے اس دلی کا سفر دین کی جوت جگانے کے لئے کیا تو کسی نے اسے تاخت وتاراج کرنے کے لئے ......الغرض یہ دلی بہت سے صوفیاء اولیاء' علماء' مشائخ' اور بادشاہوں کا مسکن وموطن بھی رہی ہے اور مجرد دارالہجرۃ بھی......اسی دلی میں ایک بادشاہ کی حملہ آوری کی غرض سے آمد کی خبر آئی تو

کہنے والے نے کہا...... ہنوز دلی دور است ...... اور پھر یہ ضرب المثل بن گئی۔ ہم بھی دلی کے لئے چھوٹا سا دل پہلو میں لئے روانہ ہوئے جسے دل کی بجائے دلّی کہنا ہی مناسب ہوگا...... انڈین ایرلائن کی جس پرواز سے ہم دلی کے لئے روانہ ہوئے وہ ایک بہت ہی چھوٹا سا (ATR) جہاز تھا جو ہوا میں اڑا تو کھلونے جہاز کی طرح اٹھکیلیاں کرتا' ہوا میں ڈبکیاں لیتا' اور ہمارے دلوں کو اچھالتا ہوا چلا گئی بار یا حافظ یا حفیظ کا اس نے ہم سے ورد کرایا...... کہ راستہ ہوائی جمپوں سے بھرپور تھا.......... آپ سوچیں گے ہوا میں بھی جمپ ہوتے ہیں جی ہاں ہوا میں بھی ائر جمپ ہوتے ہیں ...... جہاں ہوا کا دباؤ کم یا زیادہ ہوتا ہے وہاں جمپ کی سی کیفیت بن جاتی ہے جہاز اچانک اوپر یا پھر نیچے آتا ہے تو دل ڈوبنے لگتا ہے .... صبح ساڑھے دس بجے دہلی کے ائیر پورٹ پر اترے تو اللہ کا شکر ادا کیا کہ اس نے بخیر وعافیت پہنچا دیا...... ادھر ہم نے ہوٹل میں قیام کیا اور پھر مقامی امیگریشن آفس گئے تاکہ دہلی میں اپنا داخلہ (Entry) نوٹ کرواسکیں اور دو دن قیام کی اجازت لے سکیں کیونکہ ہمارے پاس ویزا بمبئی کا تھا اور قانون کے مطابق جس شہر کا ویزا ہو صرف وہیں تک محدود رہنا ہوتا ہے...... جب ہم امیگریشن آفس گئے تو ہمیں بتایا گیا کہ ہوم سیکرٹری کے پاس جانا ہوگا اور خود اس کے روبرو پیش ہونا ہوگا...... چنانچہ جناب ہوم سیکرٹری کا پتہ پوچھتے ہوئے ان کے آفس پہنچے۔ باہر موجود ان کے اسٹاف سے مدعا بیان کیا...... اس نے کہا مشکل ہے کہ آپ کو اجازت نامہ ملے ...... ہم نے کہا ہمیں صاحب سے ملوادیں تو ہم بات کرلیں گے ...... ملاقات ہوگئی ہم اندر گئے تو ایک سردار جی (سکھ) ہوم سیکرٹری صاحب موجود تھے...... انہوں نے بڑی قہر آلود نظروں سے ہماری طرف دیکھا کہ ہم جیسے ان کے خاص دشمن ہوں ...... اور پھر کہا آپ دہلی کیسے آگئے؟ ہم نے برجستہ کہا بائی ائر.......... کہنے لگے میرا مطلب نہیں سمجھے۔ دلی کا تمہارے پاس ویزا نہیں پھر کیسے آگئے؟ ہم نے کہا بس یہ تو ہمیں اندازہ نہ تھا کہ آنا منع ہے اب تو ہم آگئے اب بتایئے کیا کرنا ہوگا ...... بڑے بگڑ کر بولے (First of all I should prosecute you) پہلے تو مجھے آپ کو گرفتار کرنا چاہئے...... ہم نے کہا خیریت؟ کہنے لگے تم ہمارے دشمن ملک کے بندے ہو...... پھر بغیر ویزا ادھر کیسے آگئے ...... یہ کیپٹل ہے کیپٹل ...... ہم نے کہا سردار جی آپ ہمارے ملک آئیں ہم خوش آمدید کہتے ہیں ...... وہ میرے سردار جی کہنے پر مزید بگڑ گئے اور کمرے سے باہر نکل جانے کا حکم

دیا.......... ہم نے باہر آنے ہی میں عافیت سمجھی......اور پھر وسیلہ تلاش کیا......ان کے پٹے دار سے ملے اور اس سے کہا صاحب سے ہماری ملاقات ہوگئی ہے اب تم ہمارا پاسپورٹ اندر لے جاؤ اور بتاؤ کہ صاحب کی فیس کتنی ہے؟ تا کہ ہم پیش کریں......اس نے کہا تم اس میں سو روپے رکھ دو کھلے رکھنا صاحب نے جو لینا ہوگا لے لیں گے......اور ہاں کچھ چائے پانی ہمارا بھی ہوگا.......... بات بن گئی...... پٹے والا پاسپورٹ اندر لے گیا لیکن اس نے اندر جاتے جاتے چالاکی یہ کی کہ پچاس کا ایک نوٹ اپنی جیب میں اور دوسرا پاسپورٹ میں رکھا...... پھر واپس آ کر کہا صاحب بہت بگڑ رہا ہے......دیکھو کیا ہوتا ہے اور ہمیں سبق پڑھایا کہ صاحب اگر پوچھے کہ کیوں آئے ہو تو بولیو...... نجام جی کی حاجری ہے.......... تھوڑی دیر میں صاحب نے ہمیں پھر اندر بلایا اور کہا دیکھو میاں جی ایہ انڈیا ہے پاکستان نہیں.......... دلی آنا ہو تو ویزا لے کے آنا پڑتا ہے اچھا تو ادھر تمہارا کم کیا ہے.......... ہم نے کہا بس نجام جی کی حاجری سے گرج ہے ......اچھا تو تم بستی نجام دین جاؤ گے ہم نے کہا جی ہاں.......... کتنے دن ٹھہرو گے ہم نے کہا صرف دو دن.......... پھر ہمیں باہر بھیج دیا مگر اب کے لہجہ خاصا بدلا ہوا (نرم) تھا...... باہر آ کر پٹے والے کے پاس ہم بیٹھ گئے اور دس روپے اس کی چائے کے اس کو پیش کئے پھر وہ اندر گیا اور ہمارا پاسپورٹ لے آیا......اس پر انٹری (دخول) کی مہر لگ چکی تھی اور ساتھ ہی دو دن بعد کی ایگزٹ (خروج) کی بھی......شام کو ہم خواجہ خواجگان حضرت نظام الدین محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ...... حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کی بھی زیارت ہوگئی......اور ہم نے شکر یہ ادا کیا کہ آپ کے نام سے انٹری بھی ہوگئی اور زیارت بھی......

علی الصبح واک کے بعد پھر حاضری دی اور کچھ دیر یہاں رک کر تلاوت کلام حکیم سے دل کو شاد کیا...... یہاں تلاوت کرنے کا مزہ ہی کچھ اور تھا صاحب مزار کی توجہ کی برکت سے تلاوت کے ساتھ ساتھ برساتِ نیناں بھی جاری تھی۔ حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی ہمارے سلسلہ عالیہ چشتیہ کے وہ روحِ رواں ہیں جن سے اس سلسلہ کو ایک نئی جہت ملی اور ہندو پاک میں خلفاء سلسلہ وخانقاہ ہاء کا ایک پورا چینل بن گیا جس کے ذریعہ سلسلہ سے وابستہ ہونے والوں کی تربیت کا خوب اہتمام ہوا......

اگلے روز (۹ فروری) بعد دوپہر جامع مسجد دہلی کی زیارت کا پروگرام بنا مسجد عظیم الشان ہے اور بادشاہی

☆ توکل علی اللہ، وفوض الامر الیہ، وارض بحکمہ، والجا الیہ، واعتمد علیہ، فھو حسبک وکافیک ☆

مسجد لاہور کی طرز پر ہے میں نے اس کی لمبائی قدموں سے ناپی تو یہ ۱۰۴ قدم تھی......اس میں اندرونی حصہ میں گیارہ صفوں کی گنجائش ہے۔۱۶۵۶ء میں یہ مسجد مشہور مسلم بادشاہ شاہ جہاں نے تعمیر کرائی تھی...... ۲۶۰ ستونوں پر قائم یہ عظیم الشان مسجد شاہی طرز تعمیر کا بے نظیر نمونہ ہے اس کی تعمیر میں چھ ہزار مزدوروں نے کام کیا......شاہ جہاں ایسی ہی ایک مسجد لاہور میں بنانا چاہتا تھا جو اس کے بیٹے اورنگ زیب عالمگیر کے حصہ میں آئی اور اس نے ۱۶۷۳ء میں مکمل کی۔مسجد میں بیک وقت پچیس ہزار نمازی نماز ادا کر سکتے ہیں۔اس کے دو بڑے مینار ۴۱ میٹر بلند ہیں......

رات کو شاہی قلعہ کا وزٹ کیا اس میں رات کو ایک پروگرام قلعہ کی تاریخ کے حوالہ سے ہوتا ہے۔ جس میں روشنیوں اور آوازوں کی مدد سے قلعہ میں مختلف فوجوں کے داخل ہونے اقتدار بدلنے اور قلعہ میں رہائش پذیر بادشاہوں، ملکاؤں اور کنیزوں کی آوازیں سنائی دیتی ہیں...... بہادر شاہ ظفر تک کے دور کے مختلف مناظر اور واقعات کے خاکے ملتے ہیں...... یہ اپنی طرز کا ایک منفرد پروگرام ہے۔......

......(سفر جاری ہے)

آن کہ شیراں را کند روبہ مزاج
احتیاج است احتیاج است احتیاج

قال الامام الشافعی رضی اللہ عنہ

النّاس بالنّاس مادام الحیاۃ بہم	والسّعد لا شک تارات وھَبّاتٌ
وافضل النّاس مابین الوری رجلٌ	تُقضی علی یدہ للنّاس حاجاتُ
لاتمنعن ید المعروف عن اَحدِ	مادمت مقتدرا فالسعد تاراتُ
واشکر فضائل صُنع اللہ اذ جُعِلَت	الیک لا لک عند النّاس حاجاتُ

☆اعف عمن ظلمک، وصل من قطعک، واعط من حرمک، واحلم علی من اساء الیک، تجد السرور والامن.☆